اسلام میں تعلیمِ نسواں اور موجودہ مخلوط نظامِ تعلیم

از:　مولوی نایاب حسن قاسمی
اسکالر شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند

اسلام میں علم کی اہمیت

بلاشبہ علم شرافت وکرامت اور دارین کی سعادت سے بہرہ مند ہونے کا بہترین ذریعہ ہے، انسان کو دیگر بے شمار مخلوقات میں ممتاز کرنے کی کلید اور ربّ الارباب کی طرف سے عطا کردہ خلقی اور فطری برتری میں چار چاند لگانے کا اہم سبب ہے؛ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مقصدِ تخلیقِ انسانی تک رسائی علم ہی کے ذریعے ممکن ہے، علم ہی کی بہ دولت انسانوں نے سنگلاخ وادیوں، چٹیَل میدانوں اور زمینوں کو مَرغ زاری عطا کی ہے، سمندروں اور زمینوں کی تہوں سے لاتعداد معدنیات کے بے انتہا ذخائر نکالے ہیں اور آسمان کی بلندیوں اور وسعتوں کو چیر کر تحقیق واکتشاف کے نت نئے پرچم لہرائے ہیں؛ بلکہ مختصر تعبیر میں کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں رونما ہونے والے تمام محیر العقول کارنامے علم ہی کے بے پایاں احسان ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے ظہور کے اولِ دن سے ہی پیغمبرِ اسلام ﷺ پر ''اقرأ'' کے خدائی حکم کے القاء کے ذریعہ جہالت کی گھٹاٹوپ تاریکیوں میں علم کی عظمت واہمیت کو جاگزیں کیا اور ''قرآنِ مقدس'' میں بار بار عالم وجاہل کے درمیان فرق کے بیان اور جگہ جگہ حصولِ علم کی ترغیب کے ذریعے اس کی قدر ومنزلت کو بڑھایا؛ چنانچہ قرآنِ کریم میں علم کا ذکر اسّی بار اور علم سے مشتق شدہ الفاظ کا ذکر سیکڑوں دفعہ آیا ہے، اسی طرح عقل کی جگہ ''الباب'' (جمع لب) کا تذکرہ سولہ دفعہ اور ''عقل'' سے مشتق الفاظ اٹھارہ جگہ اور ''فقہ'' سے نکلنے والے الفاظ اکیس مرتبہ مذکور ہوئے ہیں، لفظ ''حکمت'' کا ذکر بیس دفعہ اور ''برہان'' کا تذکرہ سات دفعہ ہوا ہے، غور وفکر سے متعلق صیغے مثلاً: ''دیکھو''، ''غور کرو'' وغیرہ، یہ سب ان پر مستزاد ہیں۔

قرآن کریم کے بعد اسلام میں سب سے مستند، معتبر اور معتمد علیہ لٹریچر(Literature) احادیثِ نبویہ کا وہ عظیم الشان ذخیرہ ہے، جسے امت کے باکمال جیالوں نے اپنے اپنے عہد میں انتہائی دقتِ نظری، دیدہ ریزی اور جگر کاوی کے ساتھ اکٹھا کرنے کا ناقابلِ فراموش کارنامہ انجام دیا ہے، جب ہم اس عظیم الشان ذخیرے کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ہمیں قدم قدم پر نبوی ﷺ زبانِ مقدس علم کی فضیلت، حاملینِ علم فضیلت اور اس کے حصول کی تحریض وترغیب میں سرگرم نظر آتی ہے؛ چنانچہ تمام کتبِ حدیث میں علم سے متعلق احادیث کو علیحدہ ابواب میں بیان کیا گیا ہے۔

مشتے نمونہ از خروارے

چنانچہ امام بخاریؒ کی صحیح میں ابوابِ وحی وایمان کے بعد ''کتاب العلم'' کے عنوان کے تحت ابواب میں حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانیؒ کے بہ قول چھیاسی مرفوع حدیثیں (مکررات کو وضع کرکے) اور بائیس آثارِ صحابہ وتابعین ہیں، اسی طرح صحاحِ ستہ کی دیگر کتب اور ''موطا مالک'' میں بھی علم کا علیحدہ اور مستقل باب ہے ''مسند امام احمد بن حنبلؒ'' کی ترتیب سے متعلق کتاب الفتح الربانی'' میں علم سے متعلق اکاسی احادیث ہیں، حافظ نورالدین ہیثمیؒ کی ''مجمع الزوائد'' میں علم کے موضوع پر احادیث بیاسی صفحات میں پھیلی ہوئی ہیں، ''مستدرک حاکم'' میں علم سے متعلق حدیثیں چوالیس صفحات میں ہیں، مشہور ناقد حدیث اور جلیل القدر محدث حافظ منذریؒ کی ''الترغیب والترہیب'' میں علم سے متعلق چودہ احادیث ہیں اور علامہ محمد بن سلیمانؒ کی ''جمع الفوائد'' میں صرف علم کے حوالے سے ایک سو چون حدیثیں بیان کی گئی ہیں۔

اسلام میں خواتین کی تعلیم کی اہمیت

یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی بھی قوم کو مجموعی طور پر دین سے روشناس کرانے، تہذیب وثقافت سے بہرہ ور کرنے اور خصائل فاضلہ وشمائلِ جمیلہ سے مزین کرنے میں اس قوم کی خواتین کا اہم؛ بلکہ مرکزی اور اساسی کردار ہوتا ہے اور قوم کے نونہالوں کی صحیح اٹھان اور صالح نشو ونما میں ان کی ماؤں کا اہم رول ہوتا ہے؛ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ماں کی گود بچے کا اولین مدرسہ ہے؛ اس لیے شروع ہی سے اسلام نے جس طرح مردوں کے لیے تعلیم کی تمام تر راہیں وا رکھی ہیں ان کو ہر قسم کے مفید علم کے حصول کی نہ صرف آزادی دی ہے؛ بلکہ اس پر ان کی حوصلہ افزائی بھی کی ہے، جس

کے نتیجے میں قرنِ اول سے لے کر آج تک ایک سے بڑھ کر ایک کج کلاہِ علم وفن اور تاجورِ فکر و تحقیق پیدا ہوتے رہے اور زمانہ ان کے علوم بے پناہ کی ضیا پاشیوں سے مستنیر و مستفیض ہوتا رہا، بالکل اسی طرح اس دین حنیف نے خواتین کو بھی تمدنی، معاشرتی اور ملکی حقوق کے بہ تمام وکمال عطا کرنے کے ساتھ ساتھ تعلیمی حقوق بھی اس کی صنف کا لحاظ کرتے ہوئے مکمل طور پر دیے؛ چنانچہ ہر دور میں مردوں کے شانہ بہ شانہ دخترانِ اسلام میں ایسی باکمال خواتین بھی جنم لیتی رہیں، جنھوں نے اطاعت گزار بیٹی، وفا شعار بیوی اور سراپا شفقت بہن کا کردار نبھانے کے ساتھ ساتھ دنیا میں اپنے علم وفضل کا ڈنکا بجایا اور ان کے دم سے تحقیق وتدقیق کے لاتعداد خرمن آباد ہوئے۔

خواتین کی تعلیم سے متعلق روایات

(۱) نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”ثَلاَثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ، وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ، وَالعبدُ المَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حقَ اللّٰہ، وحقَّ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ لَهُ اَمَةٌ، فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَعَلَّمَهَا، فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، ثُمَّ اَعْتَقَهَا، فَتَزَوَّجَهَا، فَلَهٗ أَجْرَانِ“(۱) اس حدیث کے آخری جزء کی شرح میں ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ: ”یہ حکم صرف باندی کے لیے نہیں؛ بلکہ اپنی اولاد اور عام لڑکیوں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔“(۲)

(۲) ایک صحابیہ حضرت شفاء بنت عدویہؓ تعلیم یافتہ خاتون تھیں، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: ”تم نے جس طرح حفصہ کو”نملہ“ (پھوڑے) کا رقیہ سکھایا ہے، اسی طرح لکھنا بھی سکھا دو۔“(۳)

(۳) نبی اکرم ﷺ خود بھی عورتوں کی تعلیم کا اہتمام فرماتے تھے اور ان کی خواہش پر آپ ﷺ نے باضابطہ ان کے لیے ایک دن مقرر کر دیا تھا، حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے: ”قَالَتْ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ، فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ، فَوَعَدَهُنَّ يَوْماً لَقِيَهُنَّ فِيهِ، فَوَعَظَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ“(۴)۔

(۴) حضرت اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہ بڑی متدین اور سمجھدار خاتون تھیں، انھیں ایک دفعہ عورتوں نے اپنی طرف سے ترجمان بنا کر آپ ﷺ کے پاس بھیجا کہ آپ ﷺ سے دریافت کریں کہ: ”اللہ نے آپ ﷺ کو مرد و عورت ہر دو کی رہ نمائی کے لیے مبعوث فرمایا ہے؛ چنانچہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی اتباع کی، مگر ہم عورتیں پردہ نشیں ہیں، گھروں میں رہنا ہوتا ہے، ہم حتی الوسع اپنے مردوں کی ہر خواہش پوری کرتی ہیں، ان کی اولاد کی پرورش

وپرداخت ہمارے ذمے ہوتی ہے، ادھر مرد مسجدوں میں باجماعت نماز ادا کرتے ہیں، جہاد میں شریک ہوتے ہیں، جس کی بنا پر انھیں بہت زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے؛ لیکن ہم عورتیں ان کے زمانۂ غیبوبت میں ان کے اومال واولاد کی حفاظت کرتی ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ان صورتوں میں ہم بھی اجر وثواب میں مردوں کی ہمسر ہوسکتی ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء کی بصیرت افروز تقریر سن کر صحابہ کی طرف رخ کیا اوران سے پوچھا: ''اسماء سے پہلے تم نے دین کے متعلق کسی عورت سے اتنا عمدہ سوال سنا ہے؟'' صحابہؓ نے نفی میں جواب دیا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء سے فرمایا کہ: ''جاؤ اور ان عورتوں سے کہہ دو کہ: ''إنَّ حُسْنَ تَبَعُّلِ إحداکُنَّ لِزَوْجِهَا، وَطَلَبِها لِمَرْضَاتِهِ، وَاتِّبَاعِهَا لِمُوافَقَتِهِ، يَعْدِلُ كُلَّ مَا ذَكَرْتِ لِلرِّجَالِ''۔(۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ عظیم خوش خبری سن کر حضرت اسماء کا دل بلّیوں اچھلنے لگا اور تکبیر وتہلیل کہتی ہوئی واپس ہوگئیں اور دیگر عورتوں کو بھی جا کر سنایا۔

تاریخ اسلامی کی ان چند جھلکیوں سے بہ خوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتوں کے اندر حصولِ علم کے تئیں کس قدر شوق اور جذبۂ بے پایاں پایا جاتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے شوقِ طلب اور ذوقِ جستجو کی قدر کرتے ہوئے، ان کی تعلیم وتربیت کا کتنا اہتمام فرماتے تھے۔

تعلیم وتربیت کے عمومی ماحول کا اثر

تعلیم وتربیت کے اسی عمومی ماحول کا اثر ہے کہ جماعتِ صحابیاتؓ میں بلند پایہ اہل علم خواتین کے ذکرِ جمیل سے آج تاریخ اسلام کا ورق ورق درخشاں وتاباں ہے؛ چنانچہ یہ امر محقق ہے کہ امہات المومنین میں حضرت عائشہؓ وحضرت ام سلمہؓ فقہ وحدیث وتفسیر میں رتبۂ بلند رکھنے کے ساتھ ساتھ تحقیق ودرایت کے میدان کی بھی شہ سوار تھیں، حضرت ام سلمہؓ کی صاجزادی زینب بنت ابوسلمہؓ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پروردہ تھیں، ان کے بارے میں تاریخ کا بیان ہے کہ:

''كَانَتْ أَفْقَهَ نَسَاءِ أهْلِ زَمَانِهَا''(۶)

حضرت ام الدرداء الکبریٰؓ اعلیٰ درجے کی فقیہ اور عالمہ صحابیہ تھیں۔(۷)

حضرت سمرہ بنت نہیک اسدیہؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''وہ زبردست عالمہ تھیں، عمر دراز پائیں، بازاروں میں جا کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرتی تھیں اور لوگوں کو ان کی بے راہ روی پر کوڑوں سے مارتی تھیں۔''(۸)

پھر یہ زریں سلسلہ دورِ صحابیات تک ہی محدود نہیں رہا؛ بلکہ تابعیات اور بعد کی خواتین کے زمانوں میں بھی ہمیں اس طبقے میں بڑی بڑی عالمہ، زاہدہ اور امت کی محسنہ و باکمال خواتین ملتی ہیں؛ چنانچہ مشہور تابعی، حدیث اورفن تعبیر الرؤیا کے مستند امام حضرت محمد بن سیرینؒ کی بہن حفصہؒ نے صرف بارہ سال کی عمر میں قرآنِ کریم کو معنی ومفہوم کے ساتھ حفظ کرلیا تھا(۹) یہ فنِ تجوید وقراءت میں مقامِ امامت کو پہنچی ہوئی تھیں؛ چنانچہ حضرت ابن سیرینؒ کو جب تجوید کے کسی مسئلے میں شبہ ہوتا،تو شاگردوں کو اپنی بہن سے رجوع کرنے کا مشورہ دیتے۔(۱۰)

نفیسہؒ جوحسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب کی صاحبزادی اورحضرت اسحاق بن جعفرؒ کی اہلیہ تھیں، انھیں تفسیر وحدیث کے علاوہ دیگر علوم میں بھی درک حاصل تھا، ان کے علم سے خواتین کے ساتھ ساتھ مردوں کی بھی معتد بہ تعداد نے سیرابی حاصل کی، ان کا لقب ''نفیسۃ العلم والمعرفۃ'' پڑ گیا تھا، حضرت امام شافعیؒ جیسے رفیع القدر اہل علم دینی مسائل پر ان سے تبادلۂ خیال کرتے تھے۔(۱۱)

اف ! یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم

مذکورہ حقائق سے یہ بات تو الم نشرح ہوجاتی ہے کہ اسلام جس طرح صنفِ لطیف کو دیگر حقوق بخشنے میں بالکل عادلانہ؛ بلکہ فیاضانہ مزاج رکھتا ہے، ویسے ہی اس کے تعلیمی حقوق کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے؛ بلکہ عملی سطح پر انھیں عطا کرنے کا بھی حد سے زیادہ اہتمام کرتا ہے۔

لیکن جہاں تک بات ہے خواتین کے موجودہ نظامِ تعلیم کی جسے (co-education) سے یاد کیا جاتا ہے، جو مغرب سے درآمد (Import) کردہ ہے اور جو دراصل مغرب کی فکر گستاخ کا عکاس، خاتونِ مشرق کو لیلائے مغرب کی طرح ہوس پیشہ نگاہوں کی لذت اندوزی کا سامان بنانے کی ہمہ گیر اور گھناؤنی سازش اور اس کی چادرِ عصمت وعفت کو تار تار کرنے کی شیطانی چال ہے، اس کی مذہب اسلام تو کبھی بھی حوصلہ افزائی نہیں کرسکتا، نیز عقل دانا بھی اس سے پناہ مانگتی ہوئی نظر آتی ہے۔

مخلوط تعلیم .....ایک ہمہ گیر جائزہ

مخلوط تعلیم کے حوالے سے دو پہلو نہایت ہی توجہ اور انتہائی سنجیدگی سے غور کرنے کی دعوت

دیتے ہیں:

۱- یہ کہ لڑکوں اور لڑکیوں کا نصاب تعلیم ایک ہونا چاہیے یا جداگانہ؟

۲- لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم ایک ساتھ ہونی چاہیے یا الگ الگ؟ جہاں تک نصابِ تعلیم کی بات ہے، تو گرچہ کچھ امور ایسے ہیں، جو دونوں کے مابین مشترک ہیں اور ان کا نصاب لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے یکساں رکھا جاسکتا ہے مثلاً: زبان وادب، تاریخ، معلوماتِ عامہ (General knowledge) جغرافیہ، ریاضی، جنرل سائنس اور سماجی علوم (Socialscience) وغیرہ؛ لیکن کچھ مضامین ایسے ہیں جن میں لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان فرق کرنا ہوگا، مثلاً: انجینئرنگ کے بہت سے شعبے، عسکری تعلیم، اور ٹیکنکل تعلیم؛ کیوں کہ ان کی لڑکیوں کو قطعاً ضرورت نہیں؛ البتہ میڈیکل تعلیم کا اچھا خاصا حصہ خواتین سے متعلق ہے؛ اس لیے ''امراضِ نسواں'' زمانے سے طب کا مستقل موضوع رہا ہے، یہ لڑکیوں کے لیے نہایت ضروری ہے، اسی طرح لڑکیوں کی تعلیم میں امورِ خانہ داری کی تربیت بھی شامل ہونی چاہیے، کہ یہ ان کی معاشرتی زندگی میں انتہائی اہمیت رکھتے ہیں، سلائی، کڑھائی، پکوان کے مختلف اصول اور بچوں کی پرورش کے طریقے بھی ان کے نصابِ تعلیم کا حصہ ہونے چاہئیں، ان سے نہ صرف لڑکیاں گھریلو زندگی میں بہتر طور پر متوقع رول ادا کرسکتی ہیں؛ بلکہ ازدواجی زندگی کی خوش گواری، اہل خاندان کی ہر دل عزیزی اور مشکل اور غیر متوقع صورتِ حال میں اپنی کفالت کے لیے یہ آج بھی بہترین وسائل ہیں، ساتھ ہی لڑکیوں کے لیے ان کے حسبِ حال آدابِ معاشرت کی تعلیم بھی ضروری ہے؛ کیوں کہ ایک لڑکی اگر بہترین ماں اور فرماں بردار بیوی نہ بن سکے تو سماج کو اس سے کوئی فائدہ نہیں؛ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے (جیسا کہ ذکر ہوا) عورتوں کی تذکیر کے لیے علیحدہ دن مقرر فرمادیا تھا، جس میں عورتیں جمع ہوتیں اور آپ ﷺ انھیں ان کے حسب حال نصیحت فرماتے؛ چنانچہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''خواتین کی دل بہلائی کا بہترین مشغلہ سوت کاتنا ہے۔'' (۱۲) کیوں کہ سوت کاتنا اس زمانے میں ایک گھریلو صنعت تھی؛ بلکہ آج سے نصف صدی پیشتر تک بھی بہت سے گھرانوں کا گزرانِ معیشت اسی پر تھا۔

غور کیجیے کہ جب قدرت نے مردوں اور عورتوں میں تخلیقی اعتبار سے فرق رکھا ہے، اعضاء کی ساخت میں فرق، رنگ وروپ میں فرق، قوائے جسمانی میں فرق، مزاج ومذاق، حتیٰ کہ دونوں کی پسند اور ناپسند میں بھی تفاوت ہے، پھر اسی طرح افزائشِ نسل اور اولاد کی تربیت میں بھی دونوں

کے کردار مختلف ہیں، تو یہ کیوں کر ممکن ہوسکتا ہے کہ معاشرے میں دونوں کے فرائض اور ذمہ داریاں بھی الگ الگ نہ ہوں؟ اور جب دونوں کی ذمہ داریاں علیحدہ ٹھہریں، تو ضروری ہے کہ اسی نسبت سے دونوں کے تعلیمی وتربیتی مضامین بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوں، اگر تعلیمی نصاب میں دونوں کے فطری اختلاف کو ملحوظ نہ رکھا جائے اور تعلیم کے تمام شعبوں میں دونوں صنفوں کو ایک ہی قسم کے مضامین پڑھائے جائیں، تو جہاں یہ طریقۂ تعلیم انسانی معاشرے پر منفی اثر ڈالے گا، وہیں خود عورت کے عورت پن کے رخصت ہونے کا بھی انتہائی منحوس سبب ہوگا؛ لہٰذا صنفِ نازک کی فطری نزاکت کے لیے یہی زیب دیتا ہے کہ وہ وہی علوم حاصل کرے، جو اسے زمرۂ نسواں ہی میں رکھے اور اس کے فطری تشخص کی محافظت کرے، نہ کہ وہ ایسے علوم کی دل دادہ ہوجائے، جو اسے زن سے نازن بنادے۔

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَلَا تَتَمَنَّوا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ، لِلرِّجَالِ نصيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ، وَاسْئَلُو اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيما“ (۱۳) (اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک دوسرے کو جو فطری برتری عطا فرمائی ہے، اس کی تمنا مت کرو! مردوں کے لیے ان کے اعمال میں حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کے اعمال میں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل وکرم مانگتے رہو، بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے)

یہ آیت دراصل معاشرتی زندگی کے آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، اس میں یہ حقیقت سمجھائی گئی ہے کہ اللہ نے انسانی سماج کو اختلاف اور رنگارنگی پر پیدا کیا ہے، کسی بات میں مردوں کو فوقیت حاصل ہے، تو کسی معاملے میں وہ عورتوں کے تعاون کا دست نگر ہے، قدرت نے جو کام جس کے سپرد کیا ہے، اس کے لیے وہی بہتر اور اسی کو بجالانا اس کی خوش بختی ہے؛ کیوں کہ خالق سے بڑھ کر کوئی اور مخلوق کی ضرورت اور فطرت وصلاحیت سے واقف نہیں ہوسکتا، یہ مغربی ہوس کاروں کی خود غرضی اور دنائت ہے کہ انھوں نے عورتوں سے ”حقِ مادری“ بھی وصول کیا اور ”فرائضِ پدری“ کے ادا کرنے پر بھی ان بے چاریوں کو مجبور کیا، پھر جب انھوں نے اپنی ذمہ داری کا بوجھ عورتوں پر لادنے کی ٹھان لی، تو ایسا نظامِ تعلیم وضع کیا، جس میں عورتوں کو مرد بنانے کی پوری صلاحیت موجود ہو، پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب ارشاد فرمایا کہ: ”تین افراد ایسے ہیں، جو کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گے“ اور ان تینوں میں سے ایک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”الرَّجُلَةُ مِنَ

النِّسَاءِ“(۱۴) یعنی عورتوں میں سے مرد، دریافت کیا گیا: ”عورتوں میں سے مرد سے کون لوگ مراد ہیں؟“ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ عورتیں، جو مردوں کی مماثلت اختیار کریں“ جیسا کہ بخاری کی روایت ہے: ”وَالْمُتَشَبِّهَاتُ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ“(۱۵) علماء نے ایسی عورتوں کو جو مردوں والی تعلیم وتربیت اختیار کرتی ہیں اور پھر عملی زندگی میں مردوں کی ہم صف ہونا چاہتی ہیں، اسی وعید کا مصداق قرار دیا ہے۔

فرنگی نظامِ تعلیم پر اقبالؒ اور اکبرؒ کی تشویش

بیسویں صدی کے عظیم مفکر وفلسفی، سوزِ دروں سے سرشار، اسرارِ خودی ورموزِ بے خودی کو واشگاف کرنے والے اور تاحیات حجازی لے میں نغمۂ ہندی گنگنانے والے شاعرِ اسلام، جو خود عصری تعلیم گاہ کے پرداختہ تھے اور مغربی نظامِ تعلیم کا انتہائی قریب سے اور عمیق مطالعہ کیا تھا، انھیں عورتوں کے حوالے سے مغرب کے پرفریب نعروں پر، جن کی صدائے بازگشت اسی وقت مشرق میں بھی سنی جانے لگی تھی، کافی بے چینی اور اضطراب تھا، ان کی نظر میں ان نعروں کا اصل مقصد یہ تھا کہ مشرقی خاتون کو بھی یورپی عورتوں کی طرح بے حیائی وعصمت باختگی پر مجبور کر دیا جائے اور مسلم قوم بھی مجموعی طور پر عیش کوشی وعریانیت کی بھینٹ چڑھ جائے اور مسلمانوں کی روایتی خصوصیات شجاعت ومردانگی، حمیت وایثار، مروت اور خداترسی، مدہوشی کی حالت میں دم توڑ جائیں؛ تاکہ وہ یورپ کی غلامی کے شکنجے سے کبھی بھی رہائی نہ پاسکیں؛ اس لیے انھوں نے اپنی مثنوی ”اسرار“ و ”رموز“ ”جاوید نامہ“ ”ارمغانِ حجاز“ اور ”ضربِ کلیم“ میں متعدد مقامات پر مخلوط سوسائٹی اور مخلوط طریقۂ تعلیم کے تئیں انتہائی نفرت وبیزاری کا اظہار کیا ہے؛ چنانچہ ”ضرب کلیم“ میں کہتے ہیں:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن
ہے عشق ومحبت کے لیے علم وہنر موت

اور تہذیب مغرب نے جس طرح عورت کو اس کے گھر سے زبردستی اٹھا کر بچوں سے دور کارگاہوں اور دفتروں میں لا بٹھایا ہے، اس پر ”خردمندانِ مغرب“ کو اقبالؔ یوں شرمندہ

کرتے ہیں۔

کوئی پوچھے حکیمِ یورپ سے
ہند ویونان ہیں جس کے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مرد بے کار زن تہی آغوش

مغربی تعلیم نسواں کے حامی مشرق کے مستغربین کی روش پر اقبالؒ اپنے کرب و بے چینی کا اظہار یوں کرتے ہیں: ''معاشرتی اصلاح کے نوجوان مبلغ یہ سمجھتے ہیں کہ مغربی تعلیم کے چند جرعے مسلم خواتین کے تنِ مردہ میں نئی جان ڈال دیں گے اور اپنی ردائے کہنہ کو پارہ پارہ کردیں گی، شاید یہ بات درست ہو؛ لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اپنے آپ کو برہنہ پاکر انھیں ایک مرتبہ پھر اپنا جسم ان نوجوان مبلغین کی نگاہوں سے چھپانا پڑے گا۔'' (۱۶)

بہ قول فقیر سید وحیدالدین: ''اقبالؒ زن و مرد کی ترقی، نشو ونما اور تعلیم وتربیت کے لیے جداگانہ میدانِ عمل کے قائل تھے، کہ اللہ نے جسمانی طور پر بھی دونوں کو مختلف بنایا ہے اور فرائض کے اعتبار سے بھی؛ چنانچہ موصوفِ محترم عورتوں کے لیے ان کی طبعی ضروریات کے مطابق الگ نظامِ تعلیم اور الگ نصاب چاہتے ہیں۔'' (۱۷)

''شذرات'' میں لکھتے ہیں: ''تعلیم بھی دیگر امور کی طرح قومی ضرورت کے تابع ہوتی ہے، ہمارے مقاصد کے پیش نظر مسلمان بچیوں کے لیے مذہبی تعلیم بالکل کافی ہے، ایسے تمام مضامین، جن میں عورت کو نسوانیت اور دین سے محروم کردینے کا میلان پایا جائے، احتیاط کے ساتھ تعلیم نسواں سے خارج کردیے جائیں۔'' (۱۸)

اسی سلسلہ میں ''ملفوظاتِ اقبال'' میں ان کا یہ قول ہے: ''مسلمانوں نے دنیا کو دکھانے کے لیے دنیوی تعلیم حاصل کرنا چاہی؛ لیکن نہ دنیا حاصل کرسکے اور نہ دین سنبھال سکے، یہی حال آج مسلم خواتین کا ہے، جو دنیوی تعلیم حاصل کرنے کے شوق میں دین بھی کھو رہی ہیں۔'' (۱۹)

دراصل اقبالؒ کے نزدیک امتِ مسلمہ کے لیے قابلِ تقلید نمونہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحابؓ کا اسوہ ہے؛ چنانچہ اسی نسبت سے وہ خواتین کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ حضرت فاطمہ الزہراؓ کی پیروی کریں اور اپنی آغوش میں ایسے نونہالوں کی پرورش کریں، جو بڑے ہوکر شبیر صفت ثابت ہوں، ''رموزِ بے خودی'' میں فرماتے ہیں:

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوۂ کامل بتول

اور ارمغانِ حجاز میں خواتین کو یوں نصیحت کرتے ہیں:

اگر پندے ز دُرویشے پذیری
ہزار امت بمیرد تو نہ میری
بتولے باش وپنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

(ایک دُرویش کی نصیحت کو آویزۂ گوش بنالو، تو ہزار قومیں ختم ہوسکتی ہیں؛ لیکن تم نہیں ختم ہوسکتیں، وہ نصیحت یہ ہے کہ بتول بن کر زمانے کی نگاہوں سے اوجھل (پردہ نشیں) ہوجاؤ؛ تاکہ تم اپنی آغوش میں ایک شبیر کو پال سکو)

دوسرے لسان العصر حضرت اکبرالہ آبادیؒ ہیں، اقبالؒ کی طرح وہ بھی عصری تعلیم سے باخبر ہیں اور انھیں کی طرح ان کی بھی ساری فکری توانائی اور شاعرانہ صلاحیت وقوت کی تان تہذیب فرنگ کو لتاڑنے اور اس کی زیاں کاریوں سے خبردار کرنے پر ہی ٹوٹتی ہے، ان کی شاعری پوری تحریکِ مغربیت کے خلاف ردّعمل ہے، ان کی شاعری بھی اقبالؒ کی طرح اول سے لے کر آخر تک اسی مادیت فرنگی کا جواب ہے اور ان کی ترکش کا ایک ایک تیر اسی نشانے پر لگتا ہے، بس دونوں میں فرق یہ ہے کہ اقبالؒ بہ راہِ راست تیشہ سنبھال کر تہذیب نو کو بیخ وبُن سے اکھاڑ پھینکنے کے درپے نظر آتے ہیں، جبکہ حضرتِ اکبرؒ طنز کی پھلجھڑیوں کو واسطہ بناکر مغرب کے مسموم افکار وخیالات پر پھبتیاں کستے ہیں۔

مغربی نظامِ تعلیم بھی حضرت اکبرؒ کا خاص موضوع تھا اور اس کی طرف خواتین کے روز افزوں بڑھتے ہوئے رجحانات سے بھی وہ بہت ملول اور کبیدہ خاطر تھے؛ چنانچہ ایک جگہ مغرب کی طرف سے اٹھنے والی تعلیمِ نسواں کی تحریک اور بے پردگی کو لازم وملزوم بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

مجلسِ نسواں میں دیکھو عزتِ تعلیم کو
پردہ اٹھا چاہتا ہے علم کی تعظیم کو

مشرق میں بہترین عورت کا تخیل یہ ہے کہ وہ شروع سے نیک سیرت، بااخلاق اور ہنس مکھ

رہے، وہ جب بات کرے تو اس کے منھ سے پھول جھڑے، وہ دینی تعلیم حاصل کرے اور خانہ داری کے طور طریقے سیکھے، کہ آگے چل کر اس کو گھر کی ملکہ بننا ہے، بچپن میں والدین کی اطاعت اور شادی کے بعد شوہر کی رضا مندی کو پروانۂ جنت خیال کرے؛ تاکہ خانگی شیرازہ اس کی ذات سے بندھا رہے، خاندان کی مسرتیں اس کے دم سے قائم رہیں اور وہ صحیح معنی میں ''گھر کی ملکہ'' ثابت ہو، اس کے برخلاف فرنگیوں کے یہاں عزت کا معیار بدلا ہوا ہے، وہ عورت ہی کیا؟ جس کے حسن گفتار، حسن رفتار، حسن صورت، زیب و زینت، خوش لباسی، گلے بازی اور رقاصی کے چرچے سوسائٹی میں عام نہ ہوں، اخبارات میں اس کے فوٹو شائع ہوں، زبانوں پر جب اس کا نام آئے، تو کام و دہن لذت اندوز ہوں، اس کا جلوہ آنکھوں میں چمک پیدا کردے، اور اس کا تصور دلوں میں بے انتہا شوق، بہترین عورت وہ نہیں، جو بہترین بیوی اور بہترین ماں ہو؛ بلکہ وہ ہے، جس کی ذات دوست واحباب کی خوش وقتیوں کا دلچسپ ترین ذریعہ ہو اور ایسی ہو کہ اس کی رعنائی و دل ربائی کے نقش ثبت ہوں کلب کے در و دیوار پر، پارک کے سبزے زار پر، ہوٹلوں کے کوچ اور صوفوں پر، ''ہمارے'' اور ''ان کے'' تخیل کے اس بُعد المشرقین کو اقلیم لفظ و معنی کا یہ تاجدار دو مصرعوں میں جس جامعیت اور بلاغت کے ساتھ بیان کرجاتا ہے، یہ اسی کا حصہ تھا:

حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بے گانہ تھی
اب ہے شمع انجمن، پہلے چراغِ خانہ تھی

''چمکی'' میں وہ بلاغت ہے کہ سننے والا لوٹ لوٹ جائے اور یہ ''چمک'' مخصوص ہے ''نئی روشنی'' کی چمنیوں کے ساتھ۔

حسن و ناز کی دنیا میں قابل داد و تحسین اب تک کم سخنی، کم گوئی اور بے زبانی تھی، مشرقی شوہر ''چاند سی دلھن'' اس لیے بیاہ کر لاتا تھا کہ وہ اسے اپنے گھر کا چراغ بنادے اور تخیل ''خانہ آبادی'' کا غالب رہتا، مگر مغربی نظامِ تعلیم کی دَین کہ محفل کے طور ہی کچھ اور ہوگئے، نقشہ بالکل ہی بدل گیا، اب تو ٹھاٹھ بزم آرائیوں کے جمے ہوئے، حجاب کی جگہ بے حجابی، سکوت کی جگہ طوفانِ تکلم، مستوری کی جگہ نمائش، عاشق بے چارہ اس کا یاپلٹ پر دنگ، حیران، گم صم، کل تک جو نقش تصویر تھا، وہ آج گراموفون کی طرح مسلسل وقفِ تکلم۔

خامشی سے نہ تعلق ہے، نہ تمکین کا ذوق
اب حسینوں میں بھی پاتا ہوں ''اسپیچ'' کا شوق

شانِ سابق سے یہ مایوس ہوئے جاتے ہیں
بت جو تھے دیر میں ناقوس ہوئے جاتے ہیں

اکبرؔ کے اسی مرقع کا ایک اور منظر ؂

اعزاز بڑھ گیا ہے، آرام گھٹ گیا ہے
خدمت میں ہے وہ لیزی اور ناچنے کو ریڈی
تعلیم کی خرابی سے ہوگئی بالآخر
شوہر پرست بیوی پبلک پسند لیڈی

ایک دوسری جگہ اس مرقع میں آب ورنگ ذرا اور زیادہ بھر دیتے ہیں؛ چنانچہ ارشاد ہے:

اک پیر نے تہذیب سے لڑکے کو سنوارا
اک پیر نے تعلیم سے لڑکی کو سنوارا
کچھ جوڑ تو ان میں کے ہوئے ہال میں رقصاں
باقی جو تھے گھر ان کا تھا افلاس کا مارا
بیرا وہ بنا کمپ میں، یہ بن گئیں آیا
بی بی نہ رہیں جب، تو میاں پن بھی سدھارا
دونوں جو کبھی ملتے ہیں گاتے ہیں یہ مصرعہ
''آغاز سے بدتر ہے سرانجام ہمارا''

یہ خیال نہ گزرے کہ اکبرؔ سرے سے تعلیم نسواں کی مخالفت کرتے تھے اور لڑکیوں کو بالکل ہی ناخواندہ رکھنے کے حامی تھے، وہ تعلیم نسواں کے حامی تھے؛ لیکن تعلیم تعلیم میں بھی تو زمین آسمان کا فرق ہے، وہ اس تعلیم کی تائید میں تھے، جو رابعہ بصریہ نہ سہی دورِ مغلیہ کی جہاں آرا بیگم ہی کے نمونے پیدا کرے، نہ کہ اس تعلیم کی، جو زینت ہوا پکچر پیلس اور نمائش گاہوں کی، اس تعلیم کو وہ رحمت نہیں، خدا کا قہر سمجھتے تھے، جس پر بنیادیں تعمیر ہوں ہالی ووڈ اور بالی ووڈ کی، وہ آرزومند تھے، اس نظامِ تعلیم کے، جو مہربان مائیں، وفا سرشت بیویاں اور اطاعت شعار لڑکیاں پیدا کرے، نہ کہ اس کے، جو تھیٹر میں ایکٹری اور برہنہ رقاصی کے کمالات کی طرف لے جائے، وہ ملک میں حوریں پیدا کرنا چاہتے تھے، کہ دنیا جنت نظیر بن جائے، وہ پریوں کے مشتاق نہ تھے، کہ ملک ''راجہ اندر'' کا اکھاڑا ہوکر رہ جائے ان کا قول تھا کہ:

دو شوہر واطفال کی خاطر اسے تعلیم
قوم کے واسطے تعلیم نہ دو عورت کو

مزید توضیح ملاحظہ ہو:

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے، مگر
خاتونِ خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں
ذی علم و متقی ہوں، جو ہوں ان کے منتظم
استاذ ایسے ہوں، مگر ''استاد جی'' نہ ہوں

''استاذ اور استاد'' کے لطیف فرق کو جس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ بس انہی کا حصہ ہے، استاذ تو دینی واخلاقی تعلیم وتربیت دینے والے کو کہتے ہیں، جبکہ استاد جی اربابِ نشاط کو تعلیم دینے والے کو کہتے ہیں۔

ایک اور طویل نظم میں لڑکیوں کی تعلیم کے حوالے سے اپنا پورا مسلک وضاحت کے ساتھ بیان کردیا ہے، چند اشعار نظر نواز ہوں:

تعلیم عورتوں کو بھی دینی ضرور ہے
لڑکی جو بے پڑھی ہے، وہ بے شعور ہے
ایسی معاشرت میں سراسر فتور ہے
اور اس میں والدین کا بے شک قصور ہے
لیکن ضرور ہے کہ مناسب ہو تربیت
جس سے برادری میں بڑھے قدر ومنزلت
آزادیاں مزاج میں آئیں نہ تمکنت
ہو وہ طریق، جس میں ہو نیکی و مصلحت
ہرچند ہو وہ علم ضروری کی عالمہ
شوہر کی ہو مرید تو بچوں کی خادمہ
عصیاں سے محترز ہو، خدا سے ڈرا کرے
اور حسنِ عاقبت کی ہمیشہ دعا کرے

آگے حساب کتاب، نوشت وخواند، اصولِ حفظانِ صحت، کھانا پکانے اور کپڑے سینے وغیرہ

کو درسِ نسوانی کا لازمی نصاب بتا کر فرماتے ہیں:

داتا نے دَھن دیا ہے، تو دل سے غنی رہو
پڑھ لکھ کے اپنے گھر کی دیوی بنی رہو
مشرق کی چال ڈھال کا معمول اور ہے
مغرب کے ناز و رقص کا اسکول اور ہے
دنیا میں لذتیں ہیں، نمائش ہے، شان ہے
ان کی طلب میں، حرص میں سارا جہان ہے
اکبر سے یہ سنو! کہ یہ اس کا بیان ہے
دنیا کی زندگی فقط اک امتحان ہے
حد سے جو بڑھ گیا، تو ہے اس کا عمل خراب
آج اس کا خوش نما ہے، مگر ہوگا کل خراب (۲۰)

مخلوط تعلیم کا دوسرا پہلو

مخلوط تعلیم کا دوسرا پہلو لڑکوں اور لڑکیوں کی مشترک تعلیم گاہ ہے، اس سلسلے میں یہ امر ملحوظِ خاطر رہے کہ ابتدائی عمر، جس میں بچے صنفی جذبات سے عاری ہوتے ہیں اور ان میں ایسے احساسات پیدا نہیں ہوتے، مخلوط تعلیم کی گنجائش ہے اور آٹھ، نو سال کی عمر تک ابتدائی درجات کی تعلیم میں تعلیم گاہ کا اشتراک رکھا جا سکتا ہے؛ اسی لیے اسلام نے بے شعور بچوں کو غیر محرم عورتوں کے پاس آمد و رفت کی اجازت دی ہے اور قرآن مقدس نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے (۲۱)؛ لیکن جب بچوں میں جنسی شعور پیدا ہونے لگے اور ایک حد تک بھی (کلی طور پر نہ سہی) ان میں صنفی جذبات کی پہچان ہوجائے، تو ایک ساتھ ان کی تعلیم آگ اور بارود کو ایک جگہ جمع کرنے کی مانند ہے اور اس کا اعتراف (گو دیر سے سہی) آج یورپ و امریکہ کے بڑے بڑے ماہرین نفسیات (Psychology) و حیاتیاتِ بشری (Humanbiology) کر رہے ہیں؛ چنانچہ انھوں نے لکھا ہے کہ عورت اور مرد میں کشش جنسی بالکل طبعی اور فطری ہے اور دونوں جب باہم ملیں گے اور کوئی مانع نہیں ہوگا، تو رگڑ سے یکبارگی بجلی کا پیدا ہوجانا یقینی ہے۔

اور اسلام کا نقطۂ نظر اس حوالے سے بالکل واضح، بے غبار، ٹھوس اور سخت ہے، کہ ایک مرد یا

عورت کے لیے کسی غیرمحرم کے ساتھ مل بیٹھنا کجا ایک دوسرے کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی بھی قطعاً گنجائش نہیں؛ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے تاریخی سفرِ حج میں فضل بن عباسؓ آپ ﷺ کے ساتھ اونٹنی پر سوار ہیں، قبیلہ ''بنوخثعم'' کی ایک لڑکی ایک شرعی مسئلے کی دریافت کے لیے آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور فضل بن عباسؓ کی نگاہ اچانک اس لڑکی پر پڑجاتی ہے، تو نبی پاک ﷺ فوراً ان کا رخ پھیر دیتے ہیں۔

جلیل القدر صحابی حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ فرماتے ہیں: ''سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ عَنْ نَظْرِ الفُجَاءَۃِ فقال: ''اِصْرِفْ بَصَرَکَ''۔(۲۲)

حضرت علی بن ابی طالب سے آپ ﷺ نے فرمایا: ''یَا عَلِیُ! لَا تَتْبَعِ النَّظْرَۃَ النَّظْرَۃَ؛ فَإِنَّ لَکَ الْأُوْلٰی، وَلَیْسَتْ لَکَ الآخِرَۃ''(۲۳)

مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی آپ ﷺ نے ممانعتی حکم جاری فرمایا: چنانچہ ایک دفعہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ (بعض روایات کے مطابق حضرت عائشہؓ) حضور ﷺ کے پاس موجود تھیں، اچانک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم تشریف لے آئے، حضور ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو! تو حضرت ام سلمہؓ نے قدرے تحیر زدہ ہوکر کہا: ''یہ تو نابینا ہیں! نہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نا ہی پہچان سکتے ہیں'' تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم انھیں نہیں دیکھ رہی ہو؟'' (۲۴)

پھر اسلام کا یہ نظریہ کسی خاص شعبۂ حیات سے متعلق نہیں؛ بلکہ سنِ شعور کو پہنچنے کے بعد سے تاحیات اس کا یہی حکم ہے؛ چنانچہ جب ہم اہلِ علم خواتینِ اسلام کی تاریخ اور ان کی تعلیم وتربیت کے طریقوں کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ نبی پاک ﷺ کے عہدِ میمون میں خود آپ ﷺ اس بات کا غایت درجہ اہتمام فرماتے کہ لڑکوں اور لڑکیوں میں اختلاط کی کیفیت پیدا نہ ہونے پائے؛ تاکہ یہ شیطان کی طرف سے کسی غلط کاری کی تحریک کا باعث نہ ہو؛ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ: ''حضور ﷺ مردوں کی صف سے نکلے اور حضرت بلالؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ آپ ﷺ کی آواز عورتوں تک نہیں پہنچی، تو آپ ﷺ عورتوں کی صف تک تشریف لے گئے، انھیں نصیحت فرمائی اور صدقہ کرنے کا حکم دیا، تو کوئی عورت اپنی بالی پھینکنے لگی اور کوئی انگوٹھی اور حضرت بلالؓ اپنی چادر میں انھیں سمیٹنے لگے۔'' (۲۵)

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مردوں اور عورتوں کو خلط ملط دیکھا، تو عورتوں کو مخاطب کرتے

ہوئے فرمایا: ''پیچھے ہٹ جاؤ! تمہارا بیچ راستے پر چلنا مناسب نہیں لبِ راہ چلا کرو''۔(۲۶)

آپ ﷺ کے بعد کے ادوار میں بھی عورتوں کی تعلیم وتربیت کے تعلق سے عدمِ اختلاط کا خصوصی اہتمام رہا؛ چنانچہ حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ قرنِ اوّل اور اس کے بعد طالبات کے تعلیمی اسفار اوران کے طریقۂ تعلیم وتربیت کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''عام طور سے ان تعلیمی اسفار میں طالبات کی صنفی حیثیت کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا تھا اوران کی راحت وحفاظت کا پورا اہتمام ہوتا تھا، خاندان اور رشتہ کے ذمہ داراُن کے ساتھ ہوتے تھے، امام سہمیؒ نے ''تاریخ جرجان'' میں فاطمہ بنت ابی عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن طلقی جرجانیؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ: ''میں نے فاطمہ کواس زمانے میں دیکھا ہے، جب ان کے والدان کو اٹھا کر امام ابواحمد بن عدی جرجانی کی خدمت میں لے جاتے تھے اور وہ ان سے حدیث کا سماع کرتی تھیں، فاطمہ بنت محمد بن علی لخمیہؒ اندلس کے مشہور محدث ابومحمد باجی اشبیلیؒ کی بہن تھیں، انھوں نے اپنے بھائی ابومحمد باجیؒ کے ساتھ رہ کر طالب علمی کی اور دونوں نے ایک ساتھ بعض شیوخ واساتذہ سے اجازتِ حدیث حاصل کی۔''(۲۷)

آگے لکھتے ہیں: ''ان محدثات وطالبات کی درس گاہوں میں مخصوص جگہ ہوتی تھی، جس میں وہ مردوں سے الگ رہ کر سماع کرتی تھیں اور طلبہ وطالبات میں اختلاط نہیں ہوتا تھا۔''(۲۸)

ان تصریحات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے جہاں عورتوں کو تعلیم وتربیت کے حصول کی پوری آزادی بخشی ہے، وہیں اس کے نزدیک مرد وعورت کے درمیان اختلاط کی کوئی گنجائش نہیں؛ بلکہ دونوں کے لیے علیحدہ تعلیم گاہ ہونی چاہیے، جہاں وہ یک سوئی اور سکونِ خاطر کے ساتھ تعلیم حاصل کرسکیں، اور ہر نوع کے ممکن فتنے کا سدِّ باب ہوسکے، خاص طور سے موجودہ دور میں، جب کہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب مخلوط تعلیم کی فحش کاریاں اور زیاں کاریاں ظاہر وباہر ہوچکی ہیں اور خود یورپ وامریکہ کی تعلیم گاہوں کے ماہرینِ تعلیم وسماجیات وعمرانیات کی رپورٹس اس کا بین ثبوت ہیں؛ چنانچہ مشہور فرانسیسی عالم عمرانیات ''پول بیورو''(Poulbureou) اپنی کتاب(Towardsmoral Bankruptcy) میں لکھتا ہے کہ: ''فرانس کے متوسط طبقے کی تعلیم یافتہ لڑکیاں، جو کسی فرم میں کام کرتی ہیں اور سائستہ سوسائٹی میں اٹھتی بیٹھتی ہیں، ان کے لیے کسی اجنبی لڑکے سے مانوس ہوجانا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے، اوّل اوّل اس طرزِ معاشرت کو معیوب سمجھا گیا، مگراب یہ اونچے طبقے میں بھی عام ہوگیا ہے اوراجتماعی زندگی میں اس نے وہی

جگہ حاصل کرلی ہے، جو کبھی نکاح کی تھی۔'' (۲۹)

امریکہ کی تعلیم گاہوں کے نوجوان طبقہ کے بارے میں جج بن لنڈ سے (Benlindsey) جس کو ڈنور (Denver) کی عدالت جرائم اطفال (Juentlecourt) کا صدر ہونے کی حیثیت سے امریکہ کے نوجوانوں کی حالت سے واقف ہونے کا بہت زیادہ موقع ملا، اپنی کتاب (Revolt of Modern youth) میں لکھتا ہے کہ: ''امریکہ میں ہائی اسکول کی کم از کم ۴۵ فیصد لڑکیاں اسکول سے الگ ہونے سے پہلے خراب ہوچکتی ہیں اور بعد کے تعلیمی مدارج میں اوسط اس سے کہیں زیادہ ہے، لڑکیاں خود ان لڑکوں سے اس چیز کے لیے اصرار کرتی ہیں، جن کے ساتھ وتفریحی مشاغل کے لیے جاتی ہیں اور اس قسم کے ہیجانات کی طلب ان میں لڑکوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں، گرچہ زنانہ فطرت ان اقدامات پر فریب کاری کے پردے ڈالتی ہے۔'' (۳۰)

انگلینڈ کے مرکزی شہر لندن (جو تہذیب جدید کا صاف شفاف آئینہ ہے، اسی آئینے میں اس کی تمام تر گل کاریوں کا عکسِ قبیح نظر آتا ہے) کی ''غیر شادی شدہ ماؤں اور ان کے بچوں کی نویں کونسل'' سے خطاب کرتے ہوئے انگلینڈ کی مشہور مصنفہ ''مس مارگا نتالاسکی'' یہ دھماکہ خیز انکشاف کرتی ہے کہ: ''انگلستان کی تقریباً ۷۰ فیصد لڑکیاں شادی سے قبل ہی اپنے دوستوں سے جنسی تعلقات قائم کرلیتی ہیں اور ۳۳ فیصد لڑکیاں شادی سے قبل ہی حاملہ ہوجاتی ہیں۔'' (۳۱)

لندن کے ایک سماجی کارکن نے اپنی مطالعاتی رپورٹ میں وہاں کی مخلوط تعلیم گاہوں کی صنفی آوارگی اور جنسی انارکی (Anarchy) کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''اسکول میں آج کل چودہ برس کے لڑکے اور لڑکیاں عام طور پر مانعِ حمل اشیاء اپنے اپنے بیگ میں لیے پھرتے ہیں کہ جانے کب کہاں ضرورت پڑجائے؟ اس معاملے میں وہ اپنے ماں باپ سے کہیں زیادہ ہوشیار ہیں۔'' (۳۲)

خیر! یہ تو نافِ تمدن اور مرکز تہذیب کی بات ہے، خود مشرق میں بھی (جس کے رگ وپے میں گویا خوانِ مغرب کی زلہ خواری سرایت کرچکی ہے اور مغرب کی ''عطا کردہ'' ہر ''نعمت غیر مترقبہ'' کا والہانہ استقبال کرنا اور اسے ہاتھوں ہاتھ لینا اس کی جبلت بن چکا ہے اور جس کے فرزندوں میں مستغربین کی ٹولی کی ٹولی جنم لے رہی ہے) مخلوط تعلیم کے انتہائی مضرت رساں نتائج مشاہدے میں آرہے ہیں؛ بلکہ صورتِ حال تو یہ ہوچکی ہے کہ۔

مے خانہ نے رنگ وروپ بدلا ایسا
مے کش مے کش رہا، نہ ساقی ساقی

غور کیجیے کہ مخلوط تعلیم گاہوں میں جہاں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ایک ساتھ تعلیم حاصل کررہے ہوں، پھر دونوں کی نشست گاہیں بھی ایک ساتھ ہوں اور ان سب پر طرفہ یہ کہ عریاں ونیم عریاں بازو، لب ہائے گلگوں، چمکتے ہوئے عارض، چشم ہائے نیم باز، بکھری ہوئی زلفیں؛ بلکہ سارا سراپا ''انا البرق'' کا منظر پیش کررہا ہو، تو کیا فریق مقابل اپنے ذوقِ دید اور شوقِ نظارہ کو صبر وشکیبائی کا رہین رکھے گا یا بے تابانہ اپنی نگاہوں کی تشنگی دور کرنے کی سوچے گا؟ پھر جب جمالِ جہاں آرا پوری تابانیوں کے ساتھ دعوتِ نظارہ دے رہا ہو، تو اس کی دید کی پیاس بجھے گی کیوں؟ وہ تو اور تیز تر ہوجائے گی اور جام پر جام چڑھائے جانے کے باوصف اس کا شوقِ دیدار ''ھَلْ مِنْ مَزِید'' کی صدائے مسلسل لگائے گا۔

ساقی جو دیے جائے یہ کہہ کر کہ پیے جا
تو میں بھی پیے جاؤں یہ کہہ کر کہ دیے جا

اور شیطان ایسے موقعوں پر کبھی نہیں چوکتا، جب اس کا شکار پوری طرح اس کے قبضے میں آجائے؛ چنانچہ معاملہ صرف دید ہی تک محدود رہ جائے، یہ ناممکن ہے، اس سے بھی آگے بڑھ کر گفت وشنید تک پہنچتا ہے، پھر بوس وکنار اور ہم آغوش ہونے اور بالآخر وہاں تک پہنچ کر دم لیتا ہے، جس کے بیان سے ناطقہ سربہ گریباں اور خامہ انگشت بہ دنداں ہے اور اس قسم کے حادثات کوئی ضروری نہیں کہ یونیورسٹیز اور کالجز کے احاطوں ہی میں رونما ہوں؛ بلکہ رسل ورسائل اور آئے دن کے مشاہدات یہ ثابت کرتے ہیں کہ کالجز کے کلاس روم، شہروں کے پارک اور پبلک مقامات تک کی بھی کوئی قید نہیں ہے۔

بوئے گل، نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل
جو تری بزم سے نکلا، سو پریشاں نکلا

پس چہ باید کرد؟

ایسے پرآشوب اور ہلاکت خیز ماحول میں بھی اگر ہوش کے ناخن نہ لیے گئے، اور لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کو بھی ''مُثقّف'' اور ''روشن خیال'' بنانے کا مخلوط طریقۂ کاریوں ہی برقرار رہا، تو

ہر نیا طلوع ہونے والا سورج بنتِ حوا کی عزت و ناموس کی پامالی کی خبر نو لے کر آئے گا اور پھر دنیا بہ چشم عبرت نگاہ دیکھے گی کہ وہ مقامات، جو انسان کو تہذیب و شائستگی اور انسانیت کا درس دینے، قوم و وطن کے جاں سپار خادم اور معاشرے کے معزز و کامیاب افراد تیار کرنے کے لیے منتخب کیے گئے تھے؛ محض حیوانیت و بہیمیت اور شہوت رانی و ہوس کاری کے اڈے بن کر رہ گئے۔ (لاقدَّر اللّٰہ ذلک)

خواتین کو تعلیم دی جائے، اسلام قطعاً اس کی مخالفت نہیں کرتا؛ بلکہ وہ تو اس کی حد درجہ تاکید کرتا ہے، جیسا کہ ماقبل میں بتایا گیا؛ لیکن یہ ملحوظ رہے کہ ان کی تعلیم وہی ہو، جو ان کی فطرت، ان کی لیاقت اور ان کی قوتِ فکر و ادراک کے مناسب ہو اور ان کی عفت کی حفاظت میں ممد و معاون ہو، نہ کہ ایسی تعلیم، جو انھیں زمرۂ نسواں ہی سے خارج کردے اور شیاطین الانس کی درندگی کی بھینٹ چڑھا دے، اللہ تعالیٰ سود و زیاں کی صحیح فہم کی توفیق بخشے۔ (آمین)

❁ ❁ ❁

حواشی

(۱) صحیح بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل امتہ واہلہ، ج:۱،ص:۲۰، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الإیمان برسالۃ نبینا الخ، ج:۱،ص:۸۶۔

(۲) مرقات، ملا علی قاریؒ، ج:۱،ص:۷۹۔

(۳) فتوح البلدان، بلاذریؒ، ج:۱،ص:۴۵۸۔

(۴) صحیح بخاری، کتاب العلم، باب ہل یجعل للنساء یوما علی حدۃ فی العلم ج:۱،ص:۵۷۔

(۵) الاستیعاب، ابن عبدالبرؒ، ج:۲،ص:۷۲۶۔

(۶) الاستیعاب، ابن عبدالبرؒ، ج:۲،ص:۷۵۶۔

(۷) تہذیب التہذیب، ابن حجر عسقلانیؒ ج:۱۱،ص:۴۰۹۔

(۸) الاستیعاب، ابن عبدالبرؒ، ج:۲،ص:۷۶۰۔

(۹) تہذیب التہذیب، ابن حجر عسقلانیؒ، ج:۱۱،ص:۴۰۹۔

(۱۰) صفۃ الصفوہ، ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزیؒ، ج:۴،ص:۱۶۔

(۱۱) تاریخ اسلام کی چار سو باکمال خواتین، طالب الہاشمی ص:۱۲۲-۱۲۳۔

(۱۲) کنزل العمال، باب اللہو واللعب والغنی، حدیث:۴۰۶۱۱۔

(۱۳) سورۂ نساء آیت:۳۲۔

(۱۴) مجمع الزوائد، نورالدین ہیثمیؒ، ج:۴،ص:۳۲۷۔

(۱۵) صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبہین بالنساء والمتشبہات بالرجال، ج:۲،ص:۸۷۴۔

(۱۶) شذراتِ فکرا قبال، علامہ اقبالؒ، ص:۱۴۷۔

(۱۷) روزگارِ فقیر، ج:۱،ص:۱۶۶۔

(۱۸) ص:۸۵۔

(۱۹) ص:۲۰۸۔

(۲۰) اکبرنامہ، عبدالماجد دریابادیؒ، ص:۱۰۵-۱۰۷، و۱۱۰-۱۱۳ ملخصاً۔

(۲۱) النور آیت:۵۸۔

(۲۲) سنن ابی داوٗد، کتاب النکاح، باب مایوٗمر من غض البصر، ج:۱،ص:۲۹۲ صحیح مسلم، کتاب الأدب، باب نظر الفجاء ۃ، ج:۲، ص:۲۱۲۔

(۲۳) سنن ابی داوٗد، کتاب النکاح، باب مایوٗمر من غض البصر، ج:۱،ص:۲۹۲۔

(۲۴) سنن ترمذی، ابواب الاستیذان والأدب، باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجال، ج:۲،ص:۱۰۶۔

(۲۵) صحیح بخاری، کتاب العلم، باب عظۃ النساء و تعلیمھن، ج:۱،ص:۲۰۔ صحیح مسلم، کتاب صلوۃ العیدین، فصل فی الصلوۃ قبل الخطبۃ، ج:۱،ص:۲۸۹۔

(۲۶) سنن ابی داوٗد، کتاب الأدب، باب فی مشی النساء فی الطریق، ج:۲،ص:۱۴۷۔

(۲۷) خواتین اسلام کی دینی وعلمی خدمات، قاضی اطہر مبارک پوریؒ، ص:۲۳، تاریخ جرجان، امام سہمی، ص:۴۶۳۔

(۲۸) خواتین اسلام کی دینی وعلمی خدمات، قاضی اطہر مبارک پوریؒ، ص:۳۳۔

(۲۹) پردہ، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ص:۵۴۔

(۳۰) فریب تمدن، اکرام اللہ ایم اے، ص:۱۵۸، افکارِ عالم، اسیرادروی، ج:۱،ص:۲۲۶۔

(۳۱) صدقِ جدید، عبدالماجد دریابادیؒ، ۲۶/دسمبر ۱۹۶۰ء ، فریب تمدن، اکرام اللہ ایم اے، ص:۱۸۷، افکارِ عالم، اسیرادروی ج:۱،ص:۲۲۸۔

(۳۲) صدق جدید، عبدالماجد دریابادیؒ، ۶/جنوری ۱۹۵۶ء ، فریب تمدن، اکرام اللہ ایم اے، ص:۱۸۹، افکارِ عالم، اسیرادروی، ج:۱،ص:۲۲۹۔

❁ ❁ ❁